علامہ اقبال کی شاعری میں وطن پرستی

ڈاکٹر نظر امام

پٹنہ، بہار

ملخص

محمد اقبال کی پیدائش ۹/نومبر ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ میں ہوئی تھی۔ سن ۲۰۰۲ء سے ۹/نومبر کے دن ملک بھر میں اقبال کے یوم پیدائش کو یوم اردو کے طور پر منایا جارہا ہے۔ اقبال کے والد نور محمد بڑے نیک اور پاک سیرت انسان تھے۔ تصوف سے انہیں خاص لگاؤ تھا۔ اقبال کی تعلیم بھی عام بچوں کی طرح گھر اور مکتب سے شروع ہوئی، اس کے بعد سید میر حسنؔ جیسے لائق و شفیق استاد ملے۔ میٹرک اور انٹرنس کے امتحان اسکاچ مشن کالج سیالکوٹ سے پاس کیے گئے گورنمنٹ کالج لاہور سے بی۔اے۔ کی ڈگری حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔اے۔ میں اول آنے کی بنیاد پر سونے کا تمغہ حاصل کیا۔ فلسفہ عجم کے موضوع پر تحقیقی کام کرکے پی ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ تعلیمی سلسلہ جاری رکھتے ہوئے لندن سے بیرسٹری کا امتحان پاس کیا۔ فلسفہ میں آپ کے استاد آرنلڈ تھے، جنہوں نے کہا: ''میں اقبال کو فلسفہ سکھانے بیٹھا، لیکن خود اس سے فلسفہ سیکھ لیا۔''

☆☆☆☆☆

علامہ اقبال کی شاعری کا ایک اہم پہلو جذبہ وطن پرستی ہے۔ اپنی شاعری کے ابتدائی دور میں انہوں نے بہت سے ایسی نظمیں تخلیق کیں جن میں ہندوستانی تہذیب، مذہبی ہم آہنگی، اور حب الوطنی نمایاں ہوتی ہے۔ مادر وطن پر جو نظمیں انہوں نے تخلیق کیں انہیں بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ یوں تو حب الوطنی پر لکھی گئی تمام نظموں کو پذیرائی حاصل ہوئی لیکن ترانہ ہندی ہر خاص و عام کی پسند بنی، ترانہ ہندی کے تمام اشعار جذبہ وطن پرستی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ وطن کی محبت میں اس قدر سرشار ہیں کہ ہندوستان کو سارے جہاں سے اچھا کہتے ہیں۔ اسی نظم میں اپنے ہم وطنوں کو متحد رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

ایک شاعر اپنے ہم وطنوں کو اس لیے متحد کرنا چاہتا ہے کہ وطن میں ہر طرف امن وسکون ہو، بھائی چارگی ہو، مذہبی اتحاد ہو تاکہ وطن پر کسی طرح کی آنچ نہ آنے پائے۔ حب الوطنی پر لکھی گئی ان کی دوسری نظمیں بھی بہت اعلی پائے کی ہیں ایک نظم میں وہ اپنی وطن پرستی کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

ایسی عظیم شخصیت شمار دنیا کے عظیم شاعروں میں ہوتا ہے۔ جس کو انگریزی حکومت نے ''سر'' کا خطاب دیا، آکسفورڈ یونیورسٹی نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے نوازا۔ جس کو کسی نے شاعر مشرق اور کسی نے شاعر اسلام کہا۔ وہ شاعر اسلام ہی نہیں بلکہ وہ شاعر وطن اور شاعر فطرت کی حیثیت سے بھی بہت معروف ومقبول ہے، لیکن وہ خود ایک فلسفی، مشہور قانون داں، ادیب پیکر عمل اور شاعر ملک وقوم کی ایسی عظیم ہستی تھا جس نے اردو شاعری میں نئی روح پھونکی۔ دنیا اس متعدد خوبیوں والے انسان کو علامہ اقبال کے نام سے یاد کرتی ہے۔

بقول علی سردار جعفری:

''ابھی تک اردو زبان نے اقبالؔ سے بڑا شاعر پیدا نہیں کیا۔ وہ ہمہ گیر وسعت ابھی تک کسی شاعر کو نصیب نہیں ہوئی جو اقبال کی شاعری میں پائی جاتی ہے۔''

اقبالؔ کو شعر وسخن سے طالب علمی کے زمانے سے ہی شوق تھا۔ اس زمانے میں لاہور میں مشاعرے ہوتے تھے۔ ایک بار ان کے احباب ان کو مشاعرے میں لے گئے، جہاں مرزا ارشد گرگانی بھی موجود تھے۔ اقبال نے غزل کا جب یہ شعر پڑھا

موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے مرے عرق انفعال کے

مذکورہ شعر سن کر مرزا ارشد تڑپ اٹھے اور بولے، سبحان اللہ اس عمر میں یہ شعر! انہوں نے اقبال کے

عظیم شاعر ہونے کی پیشن گوئی کی۔اسی طرح ایک جلسہ میں ’’نالہ یتیم ‘‘ کو بڑے درد بھرے انداز میں پڑھا تو سارا مجمع تڑپ اٹھا، جس نے غیر معمولی مقبولیت کے ساتھ اقبال کو عوام وخواص سے روشناس کرایا۔ پھر وہ انجمن کے جلسوں میں برابر نظمیں پڑھتے رہے۔ اقبال نے اپنی شاعری کے متعلق خود اعتراف کیا کہ ’’ہمارا کلام مولانا روم کی مثنوی کی طرح تعلیمات قرآنی کا ترجمان ہے۔‘‘ علامہ اقبالؔ نے ہندو مسلم ایکتا اور محبت کو دل میں بسانے کے لیے زبردست کام کیے۔ وطن کی محبت کے گیت گائے، سامراج اور سرمایہ داری کو للکارا، گنگا جمنی تہذیب پر زور دیا۔ انہوں نے انگلینڈ، اسپین اور کئی مغربی ملکوں کا سفر کیا اور وہاں کی تہذیب اور سامراجیت کا باریکی سے نظارا کیا اور انہیں اپنی شاعری میں جگہ دی۔ اقبال کا پہلا اردو مجموعہ کلام ’’بانگ درا‘‘ دوسرا مجموعہ ’’بال جبریل‘‘ شائع ہوا۔ یہ بھی نظموں اور غزلوں نیز قطعات کا مجموعہ ہے۔ اقبال نے اردو نظم وغزل کو بام عروج پر پہنچایا۔ پروفیسر سید وقار عظیم نے بہت صحیح لکھا ہے:

> ’’اقبال نے اپنی غزلوں کے ذریعہ اردو غزل کی روایت کو ایک نئی آواز، نئے آہنگ اور نئے لہجے سے آشنا کرایا اور غزل کا نیا مفہوم اور یقیناً وسیع تر مفہوم سامنے آیا۔‘‘

۱۹۱۵ء میں ’’مثنوی اسرار خودی‘‘ شائع ہوئی۔ پیام مشرق، زبور عجم، جاوید نامہ اقبال کی شاعری کی خوبیوں کا نچوڑ ہیں۔ ۱۹۳۶ء میں ’’ضرب کلیم‘‘ شائع ہوئی۔ اقبال نے اردو کے ساتھ ساتھ فارسی میں بھی شعر کہے۔ خضر راہ، شمع وشاعر، تصویر درد، شکوہ وجواب شکوہ وغیرہ انہوں نے جلسوں میں پڑھیں۔

ہم جب اقبال کی فطری نظموں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں انگریزی زبان کے سب سے بڑے شاعر ولیم ورڈس ورتھ سے کم پایہ کے نظر نہیں آتے۔ ماہِ نو، ابر کوہسار، گل رنگین وغیرہ بہت سی نظمیں ہیں جن میں اقبال نے بہترین تصویر کشی بھی کی ہے۔ اقبال حب وطن کے جذبہ سے سرشار تھے اور وطن کا ذرہ ان کے نزدیک قابل تعظیم وپرستش تھا۔

پتھر کی مورتوں میں سمجھا ہے تو خدا ہے
خاک وطن کا مجھ کو ہر ذرہ دیوتا ہے

علامہ اقبال غافل قوم کو اس راہ پر لانا چاہتے تھے جس راہ پر چل کر وہ مقام خودی کو پہچان سکے۔ وہ اپنے فلسفہ خودی، فلسفہ عشق، فلسفہ حرکت وعمل وغیرہ کے ذریعہ قوم کو ترقی وبلندی کے اعلیٰ مقام پر پہنچانا چاہتے تھے۔

انہوں نے خود کہا ہے ۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

اقبال کا ترانہ ہندی ایسا ترانہ ہے جو ہر عام وخواص بڑے محبت احترام کے ساتھ پڑھتا ہے۔ اقبال کے اس ترانہ کے مقابلے کا دوسرا مقبول ترانہ آج تک کوئی نہیں لکھ سکا ہے۔ جب بھی کوئی شخص یہ شعر پڑھتا ہے تو حب الوطنی سے جھوم جاتا ہے ۔

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم ، وطن ہے ہندوستاں ہمارا

نونہال چمن میں اقبال لکھتے ہیں ۔

چشتی نے جس زمیں پر پیغام حق سنایا
نانک نے جس چمن میں وحدت کا گیت گایا
وہ میرا وطن میرا وطن میرا وطن ہے

اقبال کے نزدیک شاعری انسان کے ہاتھ کا کھلونا نہیں بلکہ ایک ایسا آلہ ہے جو کارزارِ حیات میں علم و حکمت سے زیادہ کارگر ہے۔

شاعری زندگی کی تعمیر وتطہیر اور تزئین کا نہایت ہی موثر اور معتبر آلہ ہے، شرط یہ ہے کہ اس کی تخلیق میں گرمیٔ دل، لذت جستجو، سوز آرزو اور سچے جذبات کی سرمستی سے کام لیا گیا ہو، آپ کہتے ہیں ۔

سونے والوں کو جگا دے شعر کے اعجاز سے
خرمن باطل جلا دے شعلہ آواز سے

علامہ اقبال نے نہ صرف مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا اور اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے بلکہ جدید عمدہ تشبیہات سے بھی اردو کے چمن کو شاداب کرنے کی کوشش کی ہے۔ اقبال کی شاعری میں تلمیحات کا بھی کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ تلمیحات، اقبال کا سرچشمہ قرآن کریم، احادیث، تاریخ اسلام کے واقعات، پیغمبروں کی زندگی اور سبق آموز قصص واحکامات ہیں۔

علامہ اقبال کے مطابق ''سچا فن کار وہ ہے جو اپنے کمال کو نوع انسان کی بہتری کے لیے وقف کرے، اپنی قوم کا مزاج شناس ہو اور آرٹ کو قومی امراض کے دفیعہ کا ذریعہ بنائے۔ علامہ اقبال اور ان کی شاعری پر اب تک سینکڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ لکھی بھی جا رہی ہیں اور لکھی جاتی بھی رہیں گی نیز اقبالؔ کی شاعرانہ عظمت کے ترانے ہر دور میں گائے جاتے رہیں گے۔ مذکورہ حقائق کی بنیاد پر جب ہم اقبال کی شاعری پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ واضح ہوتا ہے کہ اتنے بلند ترین پایہ تک کوئی شاعر نہیں پہنچ سکا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اقبال جیسا قادر الکلام اور رموز فن سے آگاہ شاعر کسی زبان میں صدیوں بعد پیدا ہوتا ہے۔ بعض ادیبوں کے مطابق اگر علامہ اقبال مغربیت کے خلاف اپنا قلم نہ چلاتے تو ان کو ''نوبل'' انعام ملنا یقینی تھا۔

۱۹۳۸ء میں ایک طویل علالت کے بعد اردو کے اس مایہ ناز شاعر کی زبان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گئی۔ اس کے قلم کی سیاہی سوکھ گئی، شاعرانہ جذبات اور فکریں معدوم ہو گئیں۔ بالآخر قوم و ادب کا محسن اس دنیائے فانی کو چھوڑ کر سپرد خاک ہو گیا، لیکن اس کی شاعری اردو ادب کے ساتھ رہتی دنیا تک قائم رہے گی۔

جگنو کی روشنی ہے کاشانۂ چمن میں
یا شمع جل رہی ہے پھولوں کی انجمن میں
آیا ہے آسماں سے اڑ کر کوئی ستارہ
یا جان پڑ گئی ہے مہتاب کی کرن میں
تکمہ کوئی گرا ہے مہتاب کی قبا کا
ذرہ ہے یا نمایاں سورج کے پیرہن میں